اکبر کا کردار

ڈرامہ "انارکلی" کا سب سے اہم اور طاقت ور کردار اکبر اعظم کا کردار ہے۔ سید امتیاز علی تاج نے اس کردار کے نقوش تراشنے میں بڑی مہارت اور چابکدستی سے کام لیا ہے اور شہنشاہئیت کے تمام تر خصائل اسکے چہرے مہرے میں یکجا کر کے اسکو امر کر دیا ہے۔ اسکی گردن کی جنبش ظاہر کرتی ہے کہ وہ اعلیٰ ہمت اور بردبار ہے جو رکاوٹوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل میں خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کردار کا موازنہ ڈرامے کے کسی دوسرے کردار سے ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ شہزادہ سلیم جو ڈرامے کا ہیرو اور اکبرِ اعظم کا بیٹا ہے اُسکے ساتھ تصادم کی صورت میں بھی اکبرِ اعظم ایک شہنشاہ ہی کے روپ میں نظر آتا ہے جبکہ سید امتیاز علی تاج نے خود کلامی کا سہارہ لیتے ہوئے اکبر کی دلی کیفیات کا اظہار بہت مؤثر انداز میں کیا ہے۔ پورے ڈرامے میں جلال الدین کا کردار تمام کرداروں پر غالب نظر آتا ہے۔ سید امتیاز علی تاج نے اکبر اعظم کو شہنشاہ کے ساتھ ساتھ ایک شفیق باپ کے طور پر متعارف کروانے کی سعی کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کوشش میں سید امتیاز علی تاج پوری طرح قاری کو مطمئن نہیں کرتے کیونکہ باپ کا کردار بہت جلد شہنشاہیت کے رعب و دبدبے کے نیچے دب کر رہ جاتا ہے۔

اکبرِ اعظم جو خود نو برس کی عمر میں شہنشاہ ہند بنا تھا وہ اپنے خوابوں کی تعبیر سلیم کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن وہ مایوس اور شکستہ خاطر ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ سلیم اسکے مقاصد میں ہندوستان کی سلطنت میں دلچسپی نہیں لیتا اور اکبر کا یہ مکالمہ

"اگر اسکا یقین ہو جاتا۔۔۔ تو میں اپنے دماغ کا آخرہ ذرہ تک خواب میں تبدیل کر دیتا لیکن میری تمام امیدوں سے وہ اتنا بے اعتنا ہے اتنا بے نیاز ہے کہ میں۔۔۔ لیکن میرا سب کچھ وہی ہے میں نہیں کہہ سکتا

مجھے کتنا عزیز ہے۔۔۔۔کاش وہ میرے خوبوں کو سمجھنے۔ان پر ایمان لے آئے اسکا معلوم ہو جائے اس کے فکر مند باپ نے اسکی ذات سے کیا کیا ارمان وابستہ کرر کھے ہیں وہ اپنی موت کے بعد اس میں زندہ رہنے کا مشاق ہے۔۔۔لیکن بھی کیا معلوم۔۔۔۔۔"

یہ وہ مکالمہ ہے جسکے ذریعے سید امتیاز علی تاج اکبر اعظم کی ذہنی نفسیات کا بڑی خوبصورتی سے ادراک کرتے ہیں۔اکبرِ اعظم سلطنتِ ہند کا تاجدار ہے جو اپنے آپکو ظل الہی کہلواتا ہے اپنے بیٹے کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا اعتراف بھی کرنا جانتا ہے۔جسے شطرنج کھیلتے ہوئے اسکی گفتگو اسکی نفسیاتی کشمکش کو بہت خوبصورتی سے ظاہر کرتی ہے اور جب سلیم ہار جاتا ہے تب بھی شہنشاہ اکبر اسکی شاہانہ صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہے۔

سید امتیاز علی تاج نے اکبر کے کردار میں کہیں بھی جھول نہیں آنے دیا۔اکبرِ اعظم کا ہر مکالمہ، ہر خواب ہر تصورِ سلطنتِ ہند سے متعلق ہے۔شہزادہ سلیم کو ولی عہد ہند کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے مگر شہزادے کے اطوار اسے وسوسوں اور اندیشوں میں مبتلا کئے رکھتے ہیں جیسے وہ مہارانی کو کہتا ہے کہ

"اور ابھی تک۔۔۔۔۔۔ہندوستان ایک مسکین کتے کی طرح میرے تلوے چاٹ رہا ہے مگر ابھی تک میری زندگی کا سب سے بڑا خواب ان دیکھا پڑا ہے اور میں اسے جنم دینے کا عزم اپنے میں نہیں پاتا۔۔۔۔۔"

سید امتیاز علی تاج نے اکبر کے منہ سے یہ کلمات ادا کروا کے اُس کے اندیشوں اور وسوسوں کو مزید استحکام بخشا ہے اور جب مہارانی جودھا بائی اکبر کو کہتی ہے کہ

"سلیم۔۔۔۔۔۔شیخو آپ کا ولی عہد اور تاجدار ہندوستان کا صحیح وارث ثابت ہو سکتا ہے۔"

تو اکبر کی جہاندیدہ اور تجربہ کار نگاہیں کوئی اور ہی سماں پیش کرتی ہیں وہ ہندوستان کے مستقبل کے لئے پریشان ہے اسکے ساتھ ساتھ اُسکے سینے میں باپ کی شفقت سے بھرا جذبات میں معمور دل بھی ہے وہ اپنی موت کے بعد سلیم میں زندہ رہنے کا متمنی ہے۔ اکبر کے تمام تر مکالمے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ سلیم کو ہندوستان کے شہنشاہ کے روپ میں دیکھنے کا متمنی ہے وہ چاہتا ہے کہ سلیم میں وہ اوصاف پیدا ہوں جو ایک بادشاہ کے شایان ہوتے ہیں۔ منتوں مرادوں سے حاصل کیا شیخو اپنی دنیا میں مگن اور اپنی عشق و عاشی کے خوابوں میں غلطاں ہے۔ وہ شاہی روایات کو پس پشت ڈال کر ایک ادنی کنیز کے عشق میں گرفتار ہے اوری ہی بات اکبرِ اعظم کے لئے سوہانِ روح ہے۔ اکبرِ اعظم کا کردار جذبات کی رو میں نہیں بہتا بلکہ عقل و شعور کا دامن تھام کر مزید آگے بڑھتا ہے وہ روایات کا امین ہے۔ اپنے اجداد کا وارث اور ہندوستان کا شہنشاہ ہے۔ ڈرامے میں بہت سے مقام ایسے آتے ہیں جب اکبرِ اعظم کی شفقتِ پدری شہنشاہیت پر غالب آتی ہے مگر جلد ہی وہ اپنے جذبات کو قابو میں کر کے ایک مطلق العنان حکمران بن جاتا ہے وہ جاہ و جلال کی ایک ایسی بھیانک تصویر بن جاتا ہے جو انارکلی کی موت پر تمام ہوتی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈرامہ انارکلی میں جلال الدین اکبر کا کردار ایک شہنشاہ کے عین مطابق ہے اور اس کردار کی وجہ سے ڈرامہ اپنی انفرادیت برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا ہے۔

انار کلی کا کردار

سید امتیاز علی تاج نے اکبر اعظم کی محل سرا کی کنیز نادرہ جسے خوبصورتی کی بنا پر انار کلی کا خطاب ملا تھا کا کردار تخلیق کر کے اردو ادب کو ایک ایسے کردار سے متعارف کروایا ہے۔ جو امر ہو گیا انار کلی کے کردار میں ہر وہ خوبی سمو دی گئی ہے جو اس کردار کا تقاضا ہے۔ انار کلی کا کردار پندرہ سولہ سالہ ایک ایسی نازک اندام کنیز کا ہے جو ڈرامے میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے اس کردار کی وجہ سے شہنشاہ اکبر اور شہزادہ سلیم متصادم ہوتے ہیں اور یہی کردار دلارام کو سازشوں کی تحریک دیتا ہے۔ امتیاز علی تاج نے اس کردار کی تراش خراش میں کمال ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے۔ انار کلی وہ شمع ہے جسکے گرد تمام کردار پروانوں کی طرف طواف کرتے ہیں۔

انار کلی شروع ہی سے اس حقیقت کا ادراک ہے کہ اسکی حیثیت محض ایک کنیز سے زیادہ نہیں وہ محبت کے انمول جذبے سے سرشار ہے مگر اپنے انجام کا دھڑکا ہر لمحہ ہر گھڑی امن گیر ہے اور وہ سمجھتی اور جانتی ہے کہ اس محبت کا انجام سوائے موت کے کچھ نہیں ڈرامے کے شروع میں ہی انار کلی کی خود کلامی اس ڈرامے کو چار چاند لگاتی ہے۔ جیسے ماں کے استفسار پر کہ وہ ہنستی مسکراتی کیوں نہیں وہ خود سے مخاطب ہے اور کہتی ہے------

”میری ماں-----میں خوش ہونے والا دل کہاں سے لاؤں؟ تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں کیوں غمگین ہوں۔ اے کاش میں اپنا دل کسی طرح تمہارے سینے میں رکھ دیتی---“ اور پھر یہ مکالمہ-----”ماں تم سمجھتی کیوں نہیں------جو کنیز بننے کو پیدا ہوئی ہو؟ وہ پھر خوش کیوں ہو؟“ وہ تو محبت میں جل مرنے سے بھی ڈرتی ہے------“

یہ مکالمے انار کلی کے حزن و ملال کو ظاہر کرتے ہیں انار کلی حال میں خوش رہنے والا کردار نہیں ہے بلکہ وہ تو مسلسل مستقبل پر نظر لگائے ہوئے ہے وہ اپنے انجام سے خوفزدہ رہتی ہے اور امتیاز علی تاج نے انار کلی کی ذہنی کشمکش اس خوبصورتی سے بیان کی ہے کہ ہمیں ڈرامے میں کہیں جھول اور لگاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔

انار کلی کا کردار وقار، متانت اور روایات سے وابستگی کی مثال پیش کرتا ہے۔ ڈرامے کا یہ کردار دھیرے دھیرے قاری کے دل و دماغ پر قبضہ کرتا ہے اور پھر قاری کو اپنے سحر میں اسطرح مبتلا کرتا ہے کہ اس کردار سے بچ نکلنا قریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ انار کلی کے دل و دماغ پر ہر وقت خطرے کی گھنٹی بجتی نظر آتی ہے۔ مکالموں میں موسیقیت اور شاعری کا ردھم اسطرح موجود ہے گویا جلترنگ بج رہا ہو۔۔۔ جیسے جب انار کلی اور شہزادہ سلیم بائیں باغ میں ملتے ہیں تو سلیم کی طرف سے اظہارِ عشق سن کر انار کلی کا یوں کہنا۔۔۔۔

”کیسی ہنسی کی بات ہے؟ آہ تم شہزادے ہو بڑے بہت بڑے میں ایک کنیز ہوں ناچیز۔۔۔۔بے حد ناچیز۔۔۔۔ شہزادہ کنیز کو چاہے گا۔؟ کیسی ہنسی کی بات“

ڈرامے میں اس قسم کے بے شمار مکالمے موسیقی کی لے پیدا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے گویا کانوں میں امرت دھارا گھولا جا رہا ہو۔ سید امتیاز علی تاج نے انار کلی کے کردار میں جو حزن و ملال کا عنصر گھولا ہے، وہ اس کردار کو امر کر دیتا ہے اور اسکی خوبصورتی کو دوبالا کر کے انمٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ پندرہ سولہ سالہ لڑکی کے جذبات سے قطع نظر انار کلی کے کردار میں سنجیدگی اور متانت کا عنصر غالب ہے۔ یہ کردار اپنی منازل طے کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور دلآرام جو اس ڈرامے کا دوسرا اہم اور خطرناک کردار ہے کی سازش کی بھینٹ چڑھ کر موت کو گلے لگالیتا ہے اس کردار کا منطقی انجام ہی اس کردار کو دوام بخشتا ہے انار کلی کے خدشات سچ ثابت کر کے امتیاز علی تاج نے یہ باور کروادیا ہے کہ عقل کا تعلق عمر سے نہیں اس

بات سے آگہی کے باوجود کہ ایک کنیز کا ہندوستان کی ملکہ بننا خارج از امکان ہے مگر وہ عشق کی پر خطر راہوں سے انحراف نہیں کرتی وہ شہزادہ سلیم کا ساتھ دیتی ہے موت کو گلے لگاتی ہے اور سلیم محض چند کھوکھلے نعروں کے سوا کچھ نہیں کر پاتا۔ انارکلی کی مظلومیت، حزن وملال اور بے پناہ حسن وجمال یہ وہ خصائص ہیں جو اس کردار کو دوام بخشنے میں ممدومعاون ثابت ہوتے ہیں اور یوں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ امتیاز علی تاج نے یہ کردار تخلیق کر کے مغلیہ سلطنت کو دوام بخشا ہے۔

دلآرام کا کردار

"انار کلی" ڈرامہ کا ایک اہم اور جاندار کردار دلآرام ہے سید امتیاز علی تاج نے ڈرامے کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے یہ کردار تخلیق کیا ہے۔ دلآرام جو محل سرا کی ایک پختہ کار اور گھاگ کنیز ہے جو اکبر کی منظورِ نظر کنیز تھی اور بہن کی بیماری کی وجہ سے چھٹی پر گئی تو اسکی عدم موجودگی میں انار کلی کا طوطی بولنے لگا۔ دلآرام کا کردار ایک ایسی حسینہ کا ہے جو پختہ کار ہونے کی وجہ سے ہار نہیں مانتی اور جب عنبر اُس سے پوچھتی ہیں کہ آخر اب وہ کیا کرے گی واسکا جواب:

"ناگن کی دم پر کوئی پاؤں رکھدے تو وہ کیا کیا کرتی ہے؟"

ایسا جواب کسی ماہر اور مشاق کھلاڑی کے منہ سے ہی نکل سکتا ہے۔ امتیاز علی تاج کو لفظوں کا بادشاہ کہا جاسکتا ہے۔ مکالموں کا برملا اظہار اور دلآرام کی سازشیں ڈرامے کو جاندار بناتی ہیں۔ دلآرام محل سرا کی سیاست سے بخوبی آگاہ ہے وہ سازشیں کرنے اور چالیں چلنے میں مشاق ہے۔ بظاہر خواموش رہنے والی دلآرام دور اندیش اور معاملہ فہم ہے انار کلی ڈرامے میں وہ کردار بھی ہیں جنہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ محل کی اونچ نیچ کو بخوبی جانتے ہیں۔ سلیم کا دوست بختیار اور انار کلی کی بہت ثریا دونوں کو ڈرامے میں فطین اور زیرک متعارف کروایا گیا ہے لیکن جب ان دونوں کرداروں کا موازنہ دلآرام سے کیا جاتا ہے تو یہ دونوں دلآرام کی تیز اور کائیاں فطرت کے قریب تر بھی نہیں اور اسکی چالاکیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

دلآرام اپنی عیاری سے شہزادہ سلیم کو دھوکا دیتی ہے حتیٰ کہ اکبر اعظم جیسا تجربہ کار بھی اُسکے شیشے میں اتر جاتا ہے وہ اکبرِ اعظم کی فطرت اور کمزوریوں سے کماحقہ واقفیت رکھتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ بات کو کب اور کس طرح کیا جاتا ہے وہ موقع محل کی مناسبت سے وار کرتی ہے اُسکی ضرب اتنی کاری ہے کہ انار کلی دم بھی نہیں

لے پاتی اور اُس کے وار کا نشانہ بن کر ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جاتی ہے۔ انار کلی اور سلیم کے عشق کا جان کر خود سلیم سے اظہار عشق کرنا اور پھر جب سلیم سیخ پا ہوا تو یہ کہنا کہ "میرا کوئی گواہ نہیں" اُسکی ذہنی عیاری کا عکاس ہے۔ دلآرام کا دماغ رقاب اور انتقام کے جذبے سے بھرپور ہے مگر وہ جلد بازی سے کام نہیں لیتی وہ بظاہر سمندر کی طرح خاموش ہے لیکن اُسکے سینے میں طوفان ٹھاٹھیں مار رہا ہے وہ موقع کی تلاش میں سر گرداں ہے۔

اکبرِ اعظم کی منظورِ نظر کنیز دلآرام کو سید امتیاز علی تاج نے اس انداز میں پیش کیا ہے کہ قاری اسکی چالوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے اور اگلے منظر کو جاننے کے لئے مجّس رہتا ہے۔ دلآرام کو تمام کنیزوں کا سرغنہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا اُسے محل میں ممتاز مقام حاصل ہے تمام تر جشن کے انتظام اسی کے زیرِ ہدایت ہیں جیسے جشن نوروز میں شہزادہ سلیم کا اعتماد حاصل کرنا اکبر کو قابو میں رکھنا اور انار کلی کو اپنے دام میں خوبصورتی سے پھانسنا یہ صرف اور صرف دلآرام کا ہی کام ہے اسکا سازشی دماغ ہر لمحہ ہر گھڑی انار کلی کی شکست دینے کی ترکیبیں سوچتا ہے وہ اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ راز اپنے عزیز ترین دوست کو بھی نہیں دیتا جیسے عنبر اور مروارید اُسکی عزیز ترین اور ہمراز سہیلیاں ہیں لیکن وہ بھی اُسکے اصل راز سے واقف نہیں ہوتیں اور انار کلی کو عرق پلوا کر ہوش و خرد سے بیگانہ کرنا اور اُسکے کان میں ہدایات دینا یقیناً ایک گھاگ اور پختہ ذہن کا عکاس ہے۔ دلآرام کو ہم ایک ماہر فنکار کہہ سکتے ہیں ایسا فنکار جو باوقار بھی ہے اور خوبصورت بھی جو ذہین بھی ہے اور فطین بھی وہ چال باز ہے وہ شطرنج کے گھاگ کھلاڑی کی طرح بساط کو الٹنے کا ماہر ہے وہ انسانی نفسیات سے بخوبی واقف ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید امتیاز علی تاج نے دلآرام کا کردار تخلیق کرکے ڈرامے میں تجسس اور تسلسل کو برقرار رکھا اور انار کلی کے مقابلے میں ایسے رقیب کا انتخاب کیا جسکے بغیر ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ڈرامہ بے جان اور بے رنگ رہتا۔

سلیم کا کردار

انار کلی ڈرامہ میں سلیم کا کردار ایسے عاشق کا کردار ہے جو محبت میں اندھا ہو کر جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے۔ شہزادہ سلیم کا کردار ایک ایسے کھلنڈرے نوجوان کا ہے جسے ماں باپ نے بڑی منتوں مرادوں کے بعد حاصل کیا۔ سلیم کا بچپن کنیزوں کے رقص و سرور میں غلطاں گزرا اور اسمیں شاہانہ جاہ و جلال کا شائبہ تک نہیں۔ ڈرامے میں اکبرِ اعظم کو شجاعت و جرأت کا پیکر دکھایا گیا ہے جبکہ شہزادہ سلیم میں یہ صفات مفقود ہیں اُسے حسن و عشق کا پجاری اور کمزور دل دکھا کر امتیاز علی تاج نے مغلیہ تاریخ کے ساتھ ایک مذاق کیا ہے۔ ڈرامہ انار کلی میں جہاں اکبرِ اعظم ایک باوقار اور جلال و حشمت کا پیکر ہے جسکے الفاظ پتھر پر لکیر کی طرح ہیں۔ اُسکا بیٹا کیونکر ان صفات سے عاری ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کے ہونے والے بادشاہ کا کسی کنیز کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہونا شاہانہ روایات کے منافی ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ تاجدارِ ہندوستان ایک کنیز کے قدموں میں اپنا دل پیش کر دے۔ انار کلی سے اظہارِ عشق کرنا اور پھر ہر بار اُسے عشق کی ترغیب دینا یہی وہ کام ہیں جو شہزادہ سلیم نے کئے اور مغلیہ روایات سے بغاوت کی۔

سید امتیاز علی تاج نے سلیم کا کردار تخلیق کر کے اصل میں طبقاتی کشمکش کو موضوع بحث بنایا ہے۔ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ محبت کسی رتبے، کسی عہدے کی محتاج نہیں محبت دو انسانوں کے مابین ہونے والی واردات ہے جو کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے۔

سلیم کا ہر موقع پر مضمحل رہنا سور شہنشاہ سے نظریں کترانا۔۔۔ماں سے ممتا کی بھیک مانگنا اسے عام انسانوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے اُسکے اندر شاہانہ وقار اور تمکنت موجود نہیں جیسے اپنے دوست بختیار سے مکالمہ کہ:

”سوختہ اختری۔۔۔۔ نحس تھی وہ ساعت جب تیرہ بختی نے مجھے دودمان مغلیہ کا ولی عہد کر دیا اور اس سے زیادہ نحس تھا وہ لمحہ جب انارکلی کی حیران نظروں نے اس دل کو ایک انگارہ بنا دیا۔۔۔۔۔“

ہم سمجھ سکتے ہیں کہ شہزادہ سلیم محبت کے ہاتھوں اندھا ہو چکا ہے خاندانِ مغلیہ کا چشم و چراغ اپنی روایات توڑ چکا ہے اور یہی چیز اسکو عام عاشقوں کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔۔۔۔۔ شہزادہ سلیم دوبارہ بغاوت کی دھمکی دیتا ہے تاج و تخت کے لئے نہیں محض ایک ادنیٰ کنیز انارکلی کے لئے یہ عمل بھی سلیم اور عام ہیرو میں فرق نہیں کرتا وہ بلند و بانگ دعویٰ ضرور کرتا ہے مگر محض انارکلی کے سامنے اپنے دوست بختیار کے سامنے اور اپنی ماں جودھا بائی کے سامنے۔۔۔۔ اکبرِ اعظم کے سامنے اسکی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور یہیں سے ہمیں سلیم کے کردار میں خفیف سا جھول نظر آتا ہے۔

ڈرامے میں شہزادے کی نفسیاتی کشمکش کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے وہ ایک شہزادہ ہے مگر اس سے پہلے وہ ایک انسان اور عاشق ہے۔ انارکلی کی قید کے دوران اُسکا ردعمل شدید تھا اور داروغہ زنداں سے ٹکرانے کا عزم لے کر گیا مگر جلد ہی اسکی چال کا شکار ہو گیا یہاں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ خاندانِ مغلیہ کا ہونے والا وارث کس قدر عاقبت اندیش اور جذباتی ہے۔ وہ اس معاملے میں کتنا کج رو ہے ایسے شہزادے سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کیا وہ شہنشاہیت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھانے کے قابل ہے؟ اس بات کا اعتراف وہ خود اپنی ماں سے کرتا ہے جب انارکلی کو زنداں میں ڈال دیا جاتا ہے تو وہ ماں کے سامنے گڑگڑاتا ہے جو آداب شاہی کے خلاف ہے اُسکا یوں ہنا

”لے لیجئے مجھ سے سب کچھ لے لیجئے ان محلوں کی عشرت۔۔۔۔۔ہندوستان کی سلطنت۔۔۔۔۔دنیا کی حکومت۔۔۔۔۔خزانوں کی دولت سب کچھ لے لیجئے اور مجھے اور انارکلی کو ایک ویرانے میں چھوڑ دیجئے۔۔۔جہاں میں صرف اُسے دیکھوں اور اُسکو سنوں۔۔۔۔۔“

اور پھر یہ کہنا

”اکبر اعظم اور دنیا کے تعلقات پر کوئی دوسرا فرزند قربان کر دیجئے سلیم کے ہاتھ ہندوستان کی باگ دوڑ سنبھالنے کے لئے آزاد نہیں۔۔۔۔“

سید امتیاز علی تاج نے اس طرح کے مکالمات شہزادہ سلیم کے منہ سے کہلوا کر مغلیہ جاہ و جلال کو پس پشت ڈال دیا اور شہزادہ سلیم کو ایک عام عاشق اور مجنوں کے روپ میں پیش کیا ہے۔ امتیاز علی تاج عشق کے زبردست داعی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جذبہ ایسا تیز و تند طوفان ہے جو اپنی روانی میں تمام تر روایات، شاہی مناصب اور دیگر لوازمات کو خش و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے۔ اس جذبے کے تحت انسان کا عقل و خرد سے بیگانہ ہونا فطری عمل ہے اور اسطرح شہزادہ سلیم کا کردار کسی قدر درست بھی نظر آتا ہے۔ وہ دل کے ہاتھوں مجبور و بے بس دکھایا گیا ہے وہ محض انارکلی کا متمنی ہے اور ہندوستان کی سلطنت اُسکے لئے ایک تماشا ہے۔ شہزادہ سلیم خاندانِ مغلیہ کی روایات کا امین نہیں بلکہ ایک باغی کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ مغلیہ تاریخ تاج و تخت کے لئے خون ریزی کی تاریخ سے بھری پڑی ہے مگر محبت کی یہ واحد داستان ہے جو امتیاز علی تاج کے قلم کا اچھوتا شاہکار ہے اس داستان کا حقیقت سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ تحقیق سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہاں انارکلی بازار جو لاہور کی زینت ہے اور سول سیکرٹریٹ میں انارکلی کی قبر اس بات کی غماز ہے کہ انارکلی نامی کنیز اکبر کی محل سرا میں یقیناً موجود ہو گی۔

ثریا کا کردار

"انار کلی" ڈرامہ میں ثریا کا کردار ایک شوخ وشنگ اور زندگی سے بھرپور حسینہ کا ہے جو محض تیرہ سال کی عمر میں انار کلی سے زیادہ سوجھ بوجھ رکھتی وہ محل سرا کی سیاست اور اُسکے اُتار چڑھاؤ سے واقف ہے۔

امتیاز علی تاج نے ثریا کا کردار تخلیق کر کے ڈرامے میں رنگ بھر دیا ہے یہ کردار شہزادہ سلیم اور انار کلی کے درمیان رابطے کا کام بھی سرانجام دیتا ہے جیسے شہزادہ سلیم کا ثریا کے سامنے اظہار عشق کرنا اور اپنی بہن کو ہندوستان کی ملکہ کے طور پر دیکھنا اسکی بہن سے محبت کو ظاہر کرتا ہے یہ مکالمہ:

"پیشانی چوم کر تم شرما کیوں گئیں آپا؟ اس لئے کہ صاحب عالم نے بھی۔۔۔۔۔"

اس قسم کے مکالمے ایک وفادار بہن ہی کہہ سکتی ہے۔ ثریا محض تیرہ سال کی ہے مگر محل سرا کی سیاست کو بخوبی جانتی ہے وہ دلآرام پر کسی صورت اعتبار کرنے کو تیار نہیں اور شہزادہ سلیم اور انار کلی کو بار بار تنبیہہ کرتی ہے کہ وہ دونوں دلآرام سے محتاط رہیں۔ ثریا دلآرام کی چالوں سے واقف اور اسکی فطرت سے آگاہ ہے مگر اپنے خیالات کا اظہار کر دینا عین اسکی عمر کے مطابق ہے۔ وہ چالاک ضرور ہے مگر وہ دلآرام کی طرح گھاگ اور تجربہ کار نہیں۔ دلآرام اپنے منصوبوں کو ہوا تک نہیں لگنے دیتی حتیٰ کہ مروارید اور عنبر جو اسکی ہمراز سہیلیاں ہیں وہ بھی اسکے ارادوں کو نہیں بھانپ سکتیں جبکہ ثریا شوخ اور طرار ہے اور اپنے جذبات کا اظہار کرنے میں ملکہ رکھتی ہے یوں یہ کردار ڈرامے کا اہم کردار ہے جو شاعرانہ رنگ لئے ہوئے ہے یہ کردار سلیم اور انار کلی کی قدم قدم پر معاونت کرتا ہے انہیں خبردار کرتا ہے اور جب انار کلی کو دیوار میں چنوا دیا جاتا ہے تو یہی کردار غیض وغضب کی تصویر بن کر سامنے آتا ہے اُسکی اپنی بہن سے فطری وابستگی مغلیہ خاندان کے تمام تر آداب بالائے طاق رکھ کر عود کر آتی ہے وہ سلیم سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ:

"تیمور کی نامراد اولاد۔۔۔۔۔۔ہندوستان کے بزدل ولی عہد۔۔۔۔۔میری بہن کی جان لے کر تو ابھی تک زندہ ہے پھول کو کھا جانے والے کیڑے تو نے اسکو اپنی جان کہا تھا۔۔۔۔ جھوٹے تو نے اُسکو بچا لینے کا وعدہ کیا تھا۔ بے حیا اس کوشش میں تو نے اپنی جانت تک دینے کو کہا تھا۔۔۔جوان انارکلی کی بڑ/ھیاماں کے قاتل۔۔۔۔ تجھ پر بے کس کا صبر ٹوٹے۔۔۔۔ تجھکو مظلوم کی آہیں پھونکیں۔۔۔۔۔ تجھ کو بے بس کے آنسو غرق کریں۔۔۔۔۔۔"

یہ مکالمے ثریا کی بے باکی اور شدید ردعمل کو ظاہر کرتے ہیں اور جب شہزادہ سلیم پر جنون کا حملہ ہوتا ہے اور وہ دلآرام کو انارکلی سمجھتا ہے ثریا کا یوں کہنا:

"اندھے یہ انارکلی ہے یا وہ سموم۔۔۔۔۔ جس نے انارکلی کو پھونک ڈالا۔۔۔دلآرام انارکلی کی قاتل تیرے سامنے موجود ہے۔۔۔۔اس نے انارکلی کو گرفتار کرایا۔۔۔۔انارکلی کا سانس بند ہے اور یہ سانس لے رہی ہے انارکلی کے جسم سے زندگی کی آخری رمق مٹ چکی اور اُس کے جسم میں لہو جاگ رہا ہے۔۔۔۔۔مار مار میرا کلیجہ ٹھنڈا کر۔۔۔۔۔انارکلی کی روح کی جلن کو مٹا۔۔۔۔۔۔"

اور یوں ثریا دلآرام کو اُسکے منطقی انجام تک پہنچوا کر اپنے کردار کو امر کر لیتی ہے۔

امتیاز علی تاج نے ثریا کا کردار تخلیق کرتے ہوئے بڑی چابکدستی اور فنکارانہ مہارت سے کام لیا ہے۔ پورے ڈرامے میں ثریا کا کردار شوخی معصومیت اور مدبارانہ دور اندیشی سے بھرپور نظر آتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ثریا کے بغیر یہ ڈرامہ بے رنگ اور پھیکا پھیکا رہتا جبکہ اس کردار نے ڈرامے میں قوسِ قزح کے تمام رنگ بھر دیئے ہیں۔ انارکلی ڈرامہ کو امر کرنے میں یہ کردار بہت اہم اور ضروری ہے۔

بختیار کا کردار

بختیار کا کردار تخلیق کر کے سید امتیاز علی تاج نے انسانی فطرت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ ہر انسان خواہ وہ شہنشائے وقت ہی کیوں نہ ہو اپنا رازدان چاہتا ہے۔ وہ ایسے رفیق کا متمنی ہوتا ہے جس کو وہ اپنا راز بتا سکے اپنا دکھ سکھ بتا سکے۔ بختیار انسانی نفسیات کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوا کردار ہے۔ شہزادہ سلیم اور بختیار ہم عمر ہونے کے باوجود اپنی اپنی فطرت میں جدا دکھائے گئے ہیں۔ شہزادہ سلیم محبت کے ہاتھوں مجبور اور جذبات کی رو میں بہہ جانے والا نوجوان ہے جبکہ بختیار دور اندیش و دوربین ہے وہ معاملات کی نزاکت کو جانچنے کا ادراک رکھتا ہے۔ ثریا کی طرح وہ بھی محل کی سازشوں سے کماحقہ واقف ہے اور جب دلآرام سلیم سے اظہار محبت کرتی ہے تو وہ شہزادہ سلیم کا گواہ بن کر سامنے آتا ہے وہ دلآرام کے اس وار کا اپنی عقلمندی سے مقابلہ کرتا ہے۔ وہ شہزادے کے مقابلے میں حالات کی نزاکت کو بہتر جانتا ہے اور قدم قدم پر سلیم کی راہنمائی کرتا ہے۔ اسکو مستقبل کے خدشات سے آگاہ کرتا ہے۔ وہ سلیم کو اسکے انجام سے باخبر کر کے اپنا کردار بخوبی نبھاتا ہے۔ سید امتیاز علی تاج نے بختیار کا کردار تخلیق کر کے ڈرامے میں توازن کو برقرار رکھا ہے جو ایک عمدہ اور شاہکار ڈرامے کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

ڈرامہ انار کلی کا تجزیاتی جائزہ

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مغلیہ سلطنت کا عظیم الشان شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر محض نو برس کی عمر میں اس سلطنت کا وارث بنا۔ اکبر اعظم کا عدل ہر خاص و عام میں مقبول رہا اور یہ بات بھی حتمی ہے کہ شہزادہ سلیم جسے پیار سے اکبر اعظم شیخو کہا کرتا تھا منتوں مرادوں کے طفیل پیدا ہوا۔۔۔ جہاں تک انار کلی کا تعلق ہے تو اسکا حقیقت سے کہیں دور تک کا بھی واسطہ نہیں یہ ایک روایت ہے محض فرضی داستان اور بقول سید امتیاز علی تاج میرے ڈرامے کا تعلق محض روایت سے ہے۔ بچپن سے انار کلی کی فرضی کہانی سنتے رہنے سے حسن و عشق اور ناکامی و نامرادی کا جو ڈرامہ میرے تخیل نے مغلیہ حرم کی شن و تحمل میں دیکھا اِسکا اظہار ہے۔۔۔ پھر مزید فرماتے ہیں کہ اس امر پر اختلاف ہے کہ یہ ٹریجڈی سلیم اور انار کلی کی ہے یا اکبر اعظم کی۔۔۔۔۔

امتیاز علی تاج نے محض فرضی روایت کو اپنے تخیلاتی فن سے بام عروج تک پہنچایا اور آج نوے سال بعد بھی انار کلی کا اردو ادب کے آسمان پر ایک درخشاں ستارے کی طرح جگمگانا اس امر کی دلیل ہے کہ امتیاز علی تاج کی یہ کوشش بے سود نہ تھی۔۔۔ یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ اسکا حقیقت سے تعلق نہیں۔

لیکن مغلیہ عہد کے تمام تر درباری آداب اور زبان کا استعمال محل سرا کے نشیب و فراز کی عکاسی امتیاز علی تاج کے قلم کا خاصہ ہیں۔ امتیاز علی تاج نے مغلِ اعظم جلال الدین اکبر جو خود کو ظلِ الٰہی کے نام سے سننا چاہتا تھا کا کردار اس چابکدستی اور فنی مہارت سے تراشا ہے جسکی مثال نہیں ملتی۔ اکبر اعظم بیک وقت بادشاہ اور شفیق باپ ہے اور دونوں مراتب کا توازن فنکارانہ صلاحیت کا عروج ہے۔ وہ شہنشاہ جسکے سامنے لوگ سجدہ کرتے تھے کسطرح اپنے بیٹے کے ہاتھوں مجبور کر دیا گیا اُسکا خواب کہ میں اپنے بیٹے میں زندہ رہنا چاہتا ہوں پورے

ڈرامے میں کہیں بھی شہزادہ سلیم نے اسے امید نہیں دلائی۔ شہزادہ سلیم کے تمام تر مکالمے حزن ویاسیت سے بھرے ہوئے ہیں اُسکے مکالمے ملال کا شکار ہیں جو ایک شہزادے کے شایانِ شان نہیں وہ محض انارکلی کا ساتھ چاہتا ہے وہ ہندوستان کے تخت و تاج کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ محبت کی وادیوں میں کھو کر بھی غمگین و شکستہ خاطر نظر آتا ہے جبکہ جلال الدین اکبر اپنی تمام تر رعونت جاہ و جلال اور حشمت کے اپنے بیٹے کو اپنا نہ بنا سکا اور اپنے خواب کی تعبیر نہ دیکھ سکا اور جب ملکہ جودھابائی اسے کہتی ہے کہ وہ انارکلی کو سلیم کے حوالے کر دے تو اسکا مکالمہ:

"تمہار مشورہ ہے کہ میں اپنی زندگی کے تمام خواب چکنا چور کر ڈالوں۔۔۔۔وہ خواب جو میرے دنوں کا پسینہ۔۔۔۔۔میری راتوں کی نیند۔۔۔۔۔میری رگوں کا لہو۔۔۔۔۔میری ہڈیوں کا مغز ہیں انہیں چکنا چور کر ڈالوں۔۔۔۔۔"

مہابلی کی ہٹ دھرمی اور مطلق العنانیت کو ظاہر کرتے ہیں وہ سلیم کی شکل میں زندہ رہنے کا متمنی ہے وہ مغلیہ سلطنت کے جاہ و جلال کا وارث ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ وہ ایک شفیق باپ بھی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اکبر اپنی ان دو حیثیتوں میں کہیں بھی کامیاب نہیں ہوا۔ انارکلی سے سلیم کا عشق اکبر اعظم کا المیہ ہے وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے ایک کنیز کے ہاتھوں شکست کھائی ہے جیسے

"آہ میرے خواب! وہ ایک عورت کے مشورون سے بھی ارزاں تھے۔ فاتح ہند کی قسمت میں ایک کنیز سے شکست کھانا لکھا تھا۔۔۔۔۔"

یہ مکالمات اکبرِ اعظم کی دل شکستی کو عیاں کرتے ہیں۔ ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوستان کی کل سلطنت کا شہنشاہ کتنا مجبور و لاچار ہے۔ اور جب رانی کہتی ہے کہ:

”اسے انار کلی کو لینے دیجئے انار کلی کا ہو کر وہ ہمارا سلیم بن جائے گا۔“

تو اکبر اعظم کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے وہ عجب اضطراب اور کشمکش کا شکار ہے وہ کہتا ہے:

”اسے اپنا بنانے کیلئے میں ایک کنیز کا ممنون احسان نہیں بننا چاہتا۔۔۔وہ جو چاہتا ہے اُسے کرنے دو اور جو کچھ میں چاہوں گا میں کروں گا۔۔۔“

یہ مکالمہ اکبر کی اولاد کے ہاتھوں شکست اور بے بسی کو ظاہر کرتا ہے اکبر اعظم کیونکہ مطلق العنان شہنشاہ ہے اس لئے اُسکا حکم انار کلی کو موت کی نیند سُلا دیتا ہے۔ لیکن اُسکا سب سے بڑا اور دل دوز المیہ یہ ہے کہ وہ شہزادہ سلیم کے دل میں پدرانہ محبت نہ جگا سکا سلیم کا مجنوں بن جانا اُسکے لئے ایک اور تازیانہ ہے۔ ڈراموں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہیرو اور ہیروئن کا ملاپ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اُنکی جدائی المیہ کا باعث بنتی ہے یہاں ڈرامے میں سلیم کا دیوانگی کو چھونا اور انار کلی کا پسِ دیوار موت کو منہ لگانا ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ بہت بڑا المیہ ہے لیکن شہنشاہ اکبر کا تمام تر وسائل کے ہوتے ہوئے اولاد کی محبت سے محروم رہنا اُس سے بھی بڑھ کر المیہ ہے۔ اکبر شہنشاہ کے مطابق امورِ سلطنت جذبات کے نہیں عقل و تدبر کے محتاج ہوتے ہیں اور ہندوستان کے ہونے والے بادشاہ کو اعلیٰ ہمتی اور تدبر کی ضرورت ہے ایک کنیز کے عشق میں ڈوبنے کی نہیں بہر حال ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈرامہ ”انار کلی“ اردو ادب کی وہ شاہکار اور لازوال داستان ہے جس نے ابھی تک مغلیہ تہذیب و تمدن کو زندہ رکھا ہے اور عام قاری مغلیہ حرم سرا اور دربار تک رسائی حاصل کر کے مغلیہ تاریخ سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔